رجسٹرڈ نمبر اے ۲۰۳۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حب وطن از ملک سلیماں خوشتر
خار وطن از سنبل وریحاں خوشتر
یوسف کہ بمصر پادشاہی می کرد
می گفت گدا بودن کنعاں خوشتر

سالانہ	ششماہی	فی پرچہ
۲/	۶/	۱/

پانزدہ روزہ

کاکوری اخبار

ایڈیٹر محمد جمیل الدین

جلد ۴ | کاکوری شنبہ یکم مئی ۱۹۳۷ء مطابق ۱۹ صفر ۱۳۵۶ھ | نمبر ۱

ادبیات

(علامہ مولوی نور الحسن صاحب نیّر بی اے ایل ایل بی مرحوم)

(غزل ۱۹۳۰ء)

کوئی شے چبھ رہی ہے دل کے اندر آپ کیا جانیں
یہی ہے درد اُلفت بندہ پرور آپ کیا جانیں

یہ سچ ہے مرنے والے اپنی اپنی موت مرتے ہیں
ہے کس کا نام قاتل اور ستمگر آپ کیا جانیں

خدا رکھے سلامت آپ کی اس تیکھی چتون کو
بھری محفل میں دل لیتی ہے کیونکر آپ کیا جانیں

یہ عاشق دل دیا کرتے ہیں پہلے جان اُسکے بعد
ہماری ماننے ایسا ہوا کرتا ہے اکثر آپ کیا جانیں

یہ دل کی پھانس ہے ظالم ذرا چھیڑا تو کھٹکے گی
نکل جائے گی آپ ہی جان لیکر آپ کیا جانیں

ہم اسکو جانتے ہیں جس کی آہیں عرش تک پہونچیں
وہ ہے نیّر نصیبے کا سکندر آپ کیا جانیں

دلچسپ معلومات

گائے اور فونوگراف:- یورپ کے ماہرین نے متواتر تجربوں کے بعد یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اگر دودھ دوہنے کے دوران میں گائے فونوگراف کی دلکش آواز سنتی رہے تو وہ دس فیصدی زیادہ دودھ دیگی۔ ہندوستان کے گوالے گائے اور بھینسوں کی لاٹھی سے تواضع کرتے انھیں لاٹھی کے بجائے فونوگراف کا استعمال کرنا چاہئے۔

انسانی جسم سے برقی شعاع:- ہنگری میں ایک شخص جسکا نام جان برنی ہے بڑا خوش قسمت واقع ہوا ہے اسکو رات کے وقت مطالعہ کے لیے کسی برقی لیمپ کی ضرورت نہیں کیونکہ اُس کا اپنا جسم ایک حیرت انگیز پاور ہوس ہے جس سے بجلی کی شعاعیں خود بخود نکلتی رہتی ہیں۔ سورج غروب ہونے کے بعد یہ شعاعیں اسقدر روشن ہو جاتی ہیں کہ وہ آسانی کے ساتھ کتاب پڑھ سکتا ہے اور مضمون لکھ سکتا ہے۔

پسینہ پرسی:- مصر میں جب دو دوست یا پڑوسی ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو مزاج پرسی کے بجائے "پسینہ پرسی" کیا کرتے ہیں انکے نزدیک جس شخص کو کافی پسینہ آتا ہے وہ تندرست سمجھا جاتا ہے۔ اور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد — کاکوری اخبار — نمبر ۱

وطن کی ترقی

(از منشی نقی حیدر رضا علوی انوری علیگ کاکوروی)

"وقت کی ضرورتیں" کاکوری اخبار میں بھائی اسحاق علی صاحب علوی کا یہ مضمون میری نظر سے گذرا۔ میں بھی اس موضوع پر اپنے خیالات بالاختصار ظاہر کرتا ہوں ورنہ یوں تو ؎

بقدر شوق نہیں ظرف تنگنائے غزل — کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کیلئے

فی الحقیقت گذشتہ زمانہ میں ہمارے بزرگ بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز رہے اور اب ایسے ابنائے وطن کی تعداد بہت گھٹ گئی ہے جو ہزار روپے یا ہزار روپے ماہوار سے زائد پاتے ہوں اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ اٹھارھویں صدی میں صرف پڑھے لکھے ہندوستانی شرفا کو ڈپٹی کلکٹری اور سب ججی یا اس سے کوئی بڑا عہدہ دیا جاتا تھا۔ نیچ اقوام میں سے کوئی شخص کسی معزز عہدے تک نہیں پہونچ سکتا تھا اور نہ تعلیم اسقدر عام تھی کہ ایک ایک عہدے کیلئے سیکڑوں امیدوار موجود ہوں یہی حال دیسی ریاستوں کا تھا جو شرفا کسی بڑے عہدے پر مقرر ہوتے تھے اُنکے لئے انگریزی دانی بھی لازمی نہ تھی چنانچہ جاننے والے جانتے ہیں کہ کاکوری کے انتہائی عروج کے زمانہ میں کتنے انگریزی داں اس قصبہ میں موجود تھے۔ دور کیوں جائیے سنہ ۱۹۱۰ء سے قبل بھی جو کاکوری کا آخر زمانہ عروج کہا جا سکتا ہے بجز تین چار ابنائے وطن کے جنکے نام بھی میں بتا سکتا ہوں کوئی گریجویٹ نہ تھا اور انکے علاوہ صرف دو چار آدمی ایسے تھے جنھوں نے انٹرنس تک تعلیم پائی تھی آغاز سنہ ۱۹۰۱ء سے یا یوں سمجھئے کہ ملکہ وکٹوریہ آنجہانی کا دور ختم ہو جانے کے بعد نہ صرف برٹش انڈیا کا رنگ بدل گیا بلکہ دیسی ریاستوں کی حالت بھی تغیر پذیر ہوئی۔ انگریزی تعلیم عام ہوتی چلی گئی۔ عہدوں کے لئے رذیل اور شریف کی تمیز اٹھتی گئی اور خواہشمندان ملازمت کی تعداد میں روزافزوں اضافہ ہوتا رہا۔ یہ دور تقریباً سنہ ۲۳ء یا سنہ ۲۵ء تک قائم رہا اور یہی وہ زمانہ تھا جس میں ہمارے ابنائے وطن تعلیم انگریزی میں بہت پیچھے رہے اسلیے یہ کہا جا سکتا تھا کہ گذشتہ پچیس سال کے عرصہ میں یہی وجہ اُن کو بڑی ملازمتیں نہ ملنے کی ہوئی لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہمارے ابنائے وطن اس زمانہ میں بھی تعلیم انگریزی میں پیچھے نہ رہتے تو کیا اُن کو وہی عروج حاصل ہو سکتا تھا جو اُن کے آبا و اجداد کو اٹھارھویں صدی عیسوی میں یا اس سے قبل حاصل تھا میں سمجھتا ہوں کہ ہرگز نہیں ہو سکتا تھا اسکا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اگرچہ بارہ تیرہ سال کے عرصہ میں ہمارے ابنائے وطن نے تعلیمی کمی کو پورا کر لیا ہے پھر بھی ویسی ملازمتیں حاصل کرنا تو درکنار اسکی عشر عشیر بھی ترقی نہ کر سکے اسیطرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ پست ہمتی تنگ نظری چھچھوراپن، رشک، حسد وغیرہ یہ معائب اگر خدانخواستہ ہمارے بعض ابنائے وطن میں موجود بھی ہوں تو انھیں کو اسباب تنزل قرار دیا جائے کیونکہ یہ معائب ہر جگہ بعض افراد میں پائے جاتے ہیں۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ادبار و بیکاری و افلاس کی وجہ سے یہ عیوب اُن میں پیدا ہو گئے ہونگے اب تصفیہ طلب یہ امر رہ جاتا ہے کہ جب ان عیوب کو بھی اسباب تنزل میں شمار نہیں کیا جا سکتا اور ہمارے ابنائے وطن نے انگریزی تعلیم کی کمی کو بھی گذشتہ بارہ تیرہ سال کے عرصہ میں پورا کر لیا ہے تو اب کون چیز مانع ترقی ہے اسکا جواب زمانہ موجودہ کا ایک مسلمہ اصول ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی ملک کے باشندے صرف نوکریاں حاصل کر کے ترقی نہیں کر سکتے بلکہ مادی اور ٹھوس ترقی صنعت و حرفت تجارت و زراعت وغیرہ پر منحصر ہے اور بفرض محال کسی شہر یا قصبہ کے لوگ ملازمتیں حاصل کر کے ترقی کر بھی جائیں تو ایسی ترقی یقیناً عارضی ہوگی۔ اس سے میرا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ تعلیم غیر ضروری چیز ہے یا ہمارے ابنائے وطن کو نوکری سے

توجہ کر لینا چاہیے۔ بلکہ برخلاف اسکے موجودہ زمانہ میں مشرقی و مغربی دونوں قسم کی تعلیم کو ترقی کے لئے ضروری خیال کرتا ہوں اور اہل وطن سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ جن اصحاب کیلئے ذرائع و وسائل موجود ہیں اور جنکو صنعت و حرفت تجارت و زراعت وغیرہ سے طبعاً مناسبت نہیں ہے وہ ضرور نوکریاں تلاش کریں اور بڑے بڑے عہدوں تک پہونچیں باایں ہمہ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جہاں اسٹیشن کے قلی اور جوتے پر پالش کرنے والے گریجویٹ مل جائیں جہاں ملازمت کیلئے رذیل و شریف کی تمیز اُٹھ چکی ہو جہاں نوکریاں محدود اور خواہشمندوں کی تعداد غیر محدود ہو وہاں ملازمتیں حاصل کرکے ترقی کرنے کا خیال خود ایک خواب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

کاکوری کی آبادی اور رونق میں اضافہ کرنے کا تو صرف یہی ایک طریقہ ہے کہ اسے لکھنؤ سے بے نیاز کر دیا جائے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہمارا قصبہ اقتصادی ترقی کر سکے اشیاء مایحتاج میں سے جب کسی چیز کی ضرورت ہوئی لکھنؤ سے فراہم کر لی گئی لکھنؤ کا یہ قرب کاکوری کی ترقی میں ہمیشہ حارج رہا۔ ہمارے ہم وطن ہندو باشندے تو ماشاء اللہ ترقی کر رہے ہیں لیکن ہم تو کاکوری کو اسی وقت ترقی یافتہ سمجھیں گے جب وہاں کے مسلمان شرفا بھی ترقی کر جائیں کیونکہ یہی ہمارے وطن کا ذی وجاہت اور ذی اثر طبقہ ہے اس کی داغ بیل یوں ڈالی جا سکتی ہے کہ زمیندار کاشتکاروں کو جدید اصول و آلات سے کام لینا سکھائیں تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکیں۔ صاحبان ثروت و امارت سے یہ عرض ہے کہ یا تو صنعت و حرفت کا کوئی ایسا مدرسہ بڑے پیمانہ پر قائم کریں جسمیں ضرورت کی چیزیں عمدہ سے عمدہ تیار ہوں اور ان کو فروخت کرکے اتنی قیمت ملتی رہے کہ بانیان مدرسہ کا کوئی نقصان نہ ہو بلکہ ان کی دولت میں مدرسہ کی وجہ سے اضافہ ہوتا رہے اور اُن ابنائے وطن کو جو بے روزگار ہیں ایک ہنر آجائے جو انکی آئندہ زندگی میں مفید ثابت ہو سکے

یا اس سے بھی بہتر یہ صورت ممکن ہے کہ کم از کم دو لاکھ کے سرمایہ سے ایک تجارتی لمیٹڈ کمپنی قائم کی جائے جسمیں تمام شرفا حصہ دار بن سکیں اور جو شرفا ایک حصہ خرید کرنے کی استطاعت بھی نہ رکھتے ہوں اُن کو مالی امداد دے کر حصہ دار بنایا جائے اور جو مالی امداد اُنھیں بطور قرض دیجائے وہ اُن کے حصہ کے منافع سے بتدریج وصول کر لی جائے۔ بہرحال قصبہ کے صاحبان ثروت و امارت اگر یہ سمجھ لیں کہ خدمت ابنائے وطن خدمت خلق ہے اور خدمت خلق تمام عبادات سے افضل ہے تو آج بھی ہمارا قصبہ اقتصادی ترقی کر سکتا ہے اور یہ ترقی ملازمتیں حاصل کرنے سے زیادہ مفید اور پائدار ہوگی۔ یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ اقتصادی ترقی کے لئے کسی کام میں رقم کا لگا دینا کافی نہیں ہے بلکہ اُسکے لئے ایثار ہمت و استقلال اور راستبازی کی بھی سخت ضرورت ہے خداوند کریم ہم سب کو یہ نعمتیں عطا فرمائے۔

وما توفیق الا باللہ

(باقی صفحہ ۵ کالم ۲)

اسلیے بادشاہ نے بہت ہی جلد اپنی دست برداری کا اعلان کر دیا۔ رات کا سناٹا تھا۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ شاہی محل پر سنتری اور پاسبان موجود تھے۔ کہ اتنے میں ایک بند موٹر جھنجھناتا دکھائی دیا۔ سنتریوں نے اُسے متجسانہ نظروں سے دیکھا اور وہ مضطربانہ انداز میں اُس کے قریب گئے۔ موٹر میں ایک ایسی ہستی جلوہ فگن تھی جس سے خلعت شاہنشاہی تو لے لی جا چکی تھی۔ مگر شاہنشاہی رعب و دبدبہ اب بھی اُسی طرح اُسکے ساتھ ساتھ تھا پاسبان تو اُسے دیکھتے ہی کچھ سہم سے گئے اُنکے لبوں میں اک جنبش سی ہوئی اور جانیوالا نظروں سے غائب ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ آجکل یہ بادشاہ یورپ کی کسی سرسبز اور شاداب وادی میں مقیم ہے اور وہاں کے قدرتی مناظر اور اُن کی تفریحات اُسکی دلبستگی کا سامان ہیں۔ گو اب وہ کسی تاج و تخت کا مالک

شاہ جہاں

سنہ ۳۶ء کی سچی کہانی

(از مولوی تحسین الدین علوی صاحب بی اے کاکوروی)

ہمارا تمہارا خدا بادشاہ۔ کانوں کی سنی اور آنکھوں کی دیکھی کہتے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ کسی مغربی جزیرے میں جہاں آدم تھے اور آدم زاد بھی لیکن ہاں آدمیت ذرا واجبی ہی اجبی تھی ایک بادشاہ حکمرانی کرتا تھا۔ اس کی سلطنت کی وسعت ضرب المثل تھی اور کہنے والے کہتے کہ اسکی حکومت میں آفتاب کبھی غروب نہ ہوتا۔ بادشاہ، بادشاہ کی حیثیت سے تو زیادہ باجبروت اور باشکوہ نہ تھا البتہ دل کا ایسا باشکوہ کہ اب شاید ہی اسکا ثانی پیدا ہو سکے۔

وہ جب تخت نشین ہوا تو گھر گھر خوشیاں منائی گئیں۔ گرجا، ایوان سلطنت، دوکانیں، بازاریں، بارکیں غرضکہ ایک معمولی مزدور پیشہ کی کوٹھری اور شاہی محلسرا کیں ایک ہی روشنی میں جگمگا اٹھے۔ سڑکوں پر وہ شور و غل تھا کہ معلوم ہوتا رعایا اب اپنے کو آپ سے نثار ہی کرکے چھوڑیگی ...... مگر کسے خبر تھی کہ یہ تمام نمائشیں آتش بازی کی طرح اپنا رنگ و روپ دکھاکر چشم زدن میں فنا ہو جانے والی ہیں۔

بادشاہ کہنے کو تو بادشاہ تھا مگر در اصل بادشاہی مشیر ان حکومت کرتے وہ سب سفید و سیاہ کے مالک تھے۔ اُن کے قلم سے جو بات نکلتی اُسمیں اثر ہوتا اور اُن کی زبان سے جو لفظ ادا ہوتا وہ توراۃ و انجیل کی مقدس آیتوں سے کم نہ سمجھا جاتا۔ غرضکہ اُنکی نگاہوں پر تمام رعایا گھوم رہی تھی۔ اور وہ حکومت کی باگ کو جس طرف چاہتے موڑ دیتے اور بادشاہ دیکھتا کا دیکھتا ہی رہ جاتا۔

بادشاہ ان باتوں سے ذرا کبیدہ خاطر رہتا۔ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ چکا تھا۔ ایک طرف ہمسایہ ممالک گشت و خون میں مصروف تھے۔ دوسری طرف گھر کی فضا بھی مکدر ہو رہی تھی۔ ایسے نازک وقت میں دل نے کہا کہ تخت پر جس طرح ہو بیٹھے رہو بعد کو جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔

لیکن تخت نشینی کے بعد بھی کبیدہ خاطری میں کمی نہ ہوئی بلکہ زیادتی ہی زیادتی تھی مثلاً یوں سمجھیے کہ ہر گھڑی۔ ہر لمحہ ارا کین سلطنت دروازہ پر کھڑے ہیں۔ میز پر کاغذات کا انبار لگا ہوا ہے اور اصرار ہے کہ انپر دستخط کر دیجئے۔ وہ ان پر انگوٹھا تو کیا ثبت کرتا کیونکہ تعلیم یافتہ تھا۔ تجربہ کار تھا اور سب سے زیادہ یہ کہ ذہین تھا۔ مگر ایسی ذہانت اور تجربہ کاری کس کام کی جب کہا جائے کہ اپنی تجربہ کاری کو پس پشت ڈال دو۔ ذہانت سے بالکل کام نہ لو اور ضمیر کی پر فمائش اور با محل صداؤں کی ایک نہ سنو اور آنکھ بند کئے ہوئے اُنپر دستخط کرتے چلے جاؤ۔ قہر درویش برجان درویش۔ بادشاہ نے بھی خوب خوب دستخط کیئے اور اس طرح دستخط کرنے کی مشین کا مقولہ اُسپر بھی خوب خوب صادق آیا۔

مگر تا کجے!

امور سلطنت کی پیچیدگیوں میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا اور پہلو میں کوئی ایسا بھی نہ تھا جو بعض وقت کچھ دل میں تازگی پیدا کر سکتا۔ اس سے یہ اخذ نہ کرنا چاہیے کہ وہ حکومت کی گراں باری کا متحمل نہ ہو سکتا تھا شاید ایسے کئی کئی بار گراں وہ اپنے شانوں پر اُٹھا لیتا۔ البتہ اُسکی دلی تمنا یہ تھی کہ خواہ بار اتنا ہی رہے مگر اُسے منزل مقصود کی طرف بڑھنے کے لئے دوسروں کی رہنمائی پر بالکل نہ چھوڑ دیا جائے اور یہی ممکن نہ تھا۔ وہ جس دنیا میں تھا وہاں رسم و رواج کی حکمرانی تھی اور انھوں نے ارباب حکومت کو بھی پابجولاں کر رکھا تھا۔

کچھ دن تو اسی طرح گذر گئے ——!

آخر کار بادشاہ نے خیال کیا کہ قدرے سیر و تفریح میں بھی حصہ لینا چاہیئے تاکہ اس سے دماغی اعصاب کو کچھ سکون مل سکے۔ چنانچہ سامان سفر درست ہوا اور بادشاہ نے بغرض سیر و سیاحت دوسرے ممالک کا رُخ کیا۔ یہ سفر ہر طرح

دلچسپ ثابت ہوا۔ کیونکہ اول تو قید و بند کی زندگی سے نجات حاصل ہو چکی تھی دوسرے یہ کہ ایک دلنواز اور محبوب ہستی بھی اپنے ہمراہ تھی۔ اسکے ساتھ صبح و شام گلگشت چمن ہوتی۔ رقص و سرود کی محفلوں میں شرکت کی جاتی اور کھلے میدانوں میں ہوا خوری کا لطف اٹھایا جاتا اور یہ سمجھا جاتا کہ حیات نام ہے صرف اسی رنگ حیات کا۔ انھیں دنوں میں آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارے ہو گئے کہ خواہ کچھ بھی ہو اب رہیں گے ایک دوسرے کے شریک حیات ہی بنکر اور اسی کی تیاریاں ہونے لگیں۔

واپسی کے بعد بادشاہ سلطنت کے کاروبار میں مصروف ہو گیا مگر وہ اب اتنا افسردہ نہ رہتا۔ اُسکا دل امیدوں سے لبریز تھا اور اسکی مسکراہٹ سے ایک قسم کی دلچسپی مترشح ہوتی۔ اور بعض وقت کوئی خوش آئند نغمہ اسکے کانوں میں گونجنے لگتا۔

ایک روز بادشاہ نے اپنے عزیز ترین مشیر کار اور دوست کو طلب کیا اور فرمایا ہم فلاں عورت سے شادی کے خواہشمند ہیں گو دیر تک اسی مسئلہ پر گفتگو رہی مگر وزیر کوئی امید افزا جواب نہ دے سکا۔ اسی دن پر کیا موقوف تھا بلکہ اکثر اب اسی مسئلہ پر آپس میں ہر دن گفتگو رہتی۔ جب تمام دنیا سوتی ہوتی تو بادشاہ اور وزیر دو دلی دوست کی طرح باتیں کرتے۔ اس وقت نہ شاہنشاہیت کی شان ہوتی اور نہ وزارت کی تمکنت

بادشاہ معمولی انسانوں کی طرح اپنا دلی راز اپنے محرم راز سے بیان کرتا اور اُس سے غمگساری کی التجا کرتا۔ وزیر بھی بادشاہ کی دلدہی کرتا مگر اُسکا مشورہ حتے المقدور کسی نہ کسی مصلحت اور دوراندیشی پر مبنی ضرور ہوتا۔ مختصر یہ کہ ملاقاتیں یوں ہی جاری رہیں مگر اُن سے کوئی عمدہ نتیجہ برآمد نہ ہو سکا۔

چند روز کے بعد بادشاہ کی شادی کا افسانہ ہر زبان پر تھا اور دنیا کے ہر گوشہ میں اس کے چرچے ہو رہے تھے۔ دیوان عام اور دیوان خاص میں بحثیں چھڑی تھیں۔ قانون اور اصول سلطنت کی کتابوں کی ورق گردانی ہو رہی تھی اور دم بدم مجلس کے گرد ہنگامہ بڑھتا جاتا تھا۔ گرجوں کو سکون کی جگہیں سمجھا جاتا ہے مگر خدا معلوم کیوں اُنکے بھی در و دیواروں میں ایک ارتعاش تھا بس یہ معلوم ہو رہا تھا کہ ایک قیامت ہے جو تمام چیزوں کو زیر و زبر کیے دیتی ہے۔ اور بات کیا تھی؟ —— فقط اتنی کہ ملک معظم کو طبقہ عوام کی عورت سے شادی کرنے کی اجازت دیجائے کہ نہ دی جائے۔

اجازت دینے کا سوال تو حقیقتاً تھا ہی نہیں۔ صرف خواہش اتنی تھی کہ اجازت نہ دینے کے لیے کوئی معقول عذر ملجائے تو اچھا ہے۔ چنانچہ صاحبان نظر نے ایک کیا بلکہ کتنے عذر ڈھونڈھ نکالے۔ اور بادشاہ کی مجوزہ شادی کو ہر طرح ناجائز ٹھہرا دیا۔

اس فیصلہ نے بادشاہ کو بالکل سراسیمہ کر دیا۔ اُس کے دل پر کوہ غم ٹوٹ پڑا۔ مایوسی کے تیرہ و تار بادلوں نے اُسے اپنے میں لپیٹنا شروع کر دیا۔ اور اُس نے محسوس کیا کہ وہ اُس جگہ ایستادہ ہے جہاں اُسے ایک طرف بادشاہت کا پُر سراب سمندر موجیں مارتا ہوا دکھائی دے رہا ہے دوسری جانب ریگستان، پہاڑیاں اور لق و دق صحرا ہیں اور وہیں کہیں ایک جگہ ایک محبوب ہستی اُس کی طرف دیکھ دیکھ کر مسکرا رہی ہے۔

آخر کار جب دل کی ضدیں حد سے سوا ہونے لگیں تو بادشاہ نے آخری تدبیر کی آزمائش کی ٹھانی اُس نے اراکین مجلس سے دوستانہ مشورہ کیا۔ اور ایک آدھ کے دل کو اپنی اضطرابیوں کی داستانوں سے نرم کرنا چاہا۔ مگر سب بے سود! وہ تھے کہ موشگافیوں سے کام لے رہے تھے اور وہاں یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ دل کی نازک نازک رگوں کو اپنی جگہ سے ہٹا رہے ہیں۔

پیچیدگیاں تھیں کہ کم ہونے کا نام نہ لیتی تھیں اور اساس حکومت کچھ متزلزل سی معلوم ہو رہی تھی —— یہ وقت تھا امتحان کا —— امتحان محبت اور ایثار نفسی دونوں کا —— بالآخر محبت کی فتح ہوئی اور دنیوی جاہ و حشم کے خیالات ایک ایک کرکے دل سے رخصت ہو گئے —— اور چونکہ تخت سے دست بردار ہونے کے سوا دوسرا کوئی چارہ نہ تھا (باقی صفحہ ۲ پر)

نقوش

(۱) بستی رام گڑھ کے شروع میں جو جھگڑا ہو رہا ہے اور جس کے پیچیدہ ہونے کے متعلق ہم گذشتہ اکتوبر کی اشاعت میں لکھ چکے ہیں۔ اُس نوٹ میں ہم نے کسی ہنگامہ ہو جانے کا اندیشہ ظاہر کیا تھا۔ سنا گیا ہے گذشتہ ماہ ایک شب کو وہاں شدید جھگڑا ہوتے ہوتے رہ گیا۔ تفصیلات کے متعلق ہم تحقیقات کر رہے ہیں آئندہ پورے واقعات پر روشنی ڈال سکیں گے۔

(۲) **کاکوری اخبار کا سال نو۔** بفضلہ تعالےٰ دور جدید کا آج سے دوسرا سال شروع ہو رہا ہے۔ اچھی یا بُری جو کچھ خدمت ہم وطن کی کر سکے اُسکے متعلق ہم کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ناظرین خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اچھی یا بُری ہم نے جو کچھ کیا ہی وہ اخبار کے اوراق میں موجود ہے۔ بلا اظہار اس کے کہ ہم کو کن کن دقتوں اور زحمتوں کا سامنا کرنا پڑا ہم اپنے اہل وطن سے داد کے طالب نہیں البتہ یہ خواہش ضرور ہے کہ رائے قائم کرتے وقت ہماری تن تنہا کاوشوں کو ضرور مد نظر رکھیں قلمی معاونت کہاں تک ہماری کی گئی خصوصاً خبریں مہیا کرنے میں ہمارے اہل وطن نے کس حد تک ہماری امداد کی اسکی شکایت بھی ہم کچھ نہیں کریں گے۔ کاکوری سے دور کے اہل وطن نے کمال درجہ ہماری ہمت افزائی کی اور اخبار کو ہاتھوں ہاتھ لیتے ہوئے نہ صرف اُسکو کامیاب بنانے و زندہ رکھنے میں ہماری مدد کی بلکہ سچ یہ ہے کہ انھیں حضرات کی توجہ اور خداوند کریم کی عنایت بعد دیگرے ہمارا تہاک اخبار کی جانب بڑھتا گیا۔ اور ہم آج اس قابل ہو سکے کہ سال کے متعلق اظہار خیال کر سکے ہمارے بھائیوں اور احباب کی حوصلہ افزائی تھی کہ اخبار کے اجراء سے دو ہی تین مہینہ بعد ہم کو عرس نمبر کا خیال پیدا ہوا۔ باوجود کمی وقت ہم اُسکو اپنے حسب خواہش تو نہ نکال سکے لیکن پھر بھی صاحبان عرس کے متعلق اگر بہت زیادہ نہیں تو کافی مضامین درج کر دیئے گئے۔ معنوی حیثیت سے تو ہمکو کامیابی ہوئی اور ہماری محنت کی پوری داد ملی لیکن مالی حیثیت سے ہم زیادہ کامیاب نہیں رہے۔ اسی لیے اس سال باوجود بہت کچھ ارادہ اور حوصلے کے عرس نمبر نکالنے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے گو بعض احباب کا تقاضہ ہے اور وہ اصرار بھی کر رہے ہیں لیکن ہم نے کوئی قطعی فیصلہ ابھی نہیں کیا ہے۔ آئندہ نمبر میں ہم اسکے متعلق اظہار خیال ورائے کرینگے۔ باہر کی خبریں کم و بیش ہمکو ملیں جسمیں حیدر آباد کے نامہ نگار نے پوری دلچسپی لی اور نہ صرف خبریں بلکہ مضامین سے بھی اخبار کی امداد کی۔ جسکے لیے ہم اپنے نامہ نگار صاحب کے بدل ممنون ہیں۔ مالی حیثیت سے گو ہم بہت اچھے نہیں رہے لیکن خدا کا شکر ہے کہ زیادہ نقصان بھی ہم کو برداشت نہیں کرنا پڑا کہ جس سے ہماری ہمت پست ہو جاتی۔ بلکہ ہمارے اکثر معاونین نے ہمارے جوش عمل کو اور بڑھا دیا۔ اجراء اخبار کے وقت بعض احباب دائرہ نے مقررہ چندہ کے علاوہ بطور ڈونیشن اخبار کی امداد کرنا چاہی تھی لیکن ہماری حمیت نے اسکو گوارا نہ کیا اور بعد شکریہ عطیات سے انکار کرتے ہوئے خریداروں میں اضافہ کرنے کی خواہش کی۔ جس کی جانب کم و بیش اکثر حضرات نے توجہ کی۔ جس کے لیے ہم اُن حضرات کے بہت ممنون ہیں۔ آخر میں یہ عرض کرنا بیجا نہ ہوگا کہ بعض حضرات جن کو نمونہ کا پرچہ بھیجا گیا تھا اور جواب نہ آنے پر حسب قاعدہ اخبار برابر جاری رکھا گیا دوران سال میں چندہ سے امداد کی درخواست بھی کی گئی لیکن اخلاقی حیثیت سے نہ تو خطوط کے جواب ہی آئے اور نہ اسوقت تک چندہ اخبار ہی وصول ہوا۔ ایسے لوگوں کے نام مجبوراً اس اشاعت کے بعد اخبار بند کر دینا طے کیا ہے۔ جسکے لیے ہمکو معذور سمجھکر معاف کیا جائے گا۔ یا بقایا کیساتھ حال کا چندہ بھی روانہ کر کے مشکور کیا جائے تاکہ اخبار جاری رہے۔

آئندہ کے لئے ہم عرصہ سے یہ سوچ رہے تھے کہ اخبار کو دہ روزہ کیا جائے۔ یا بدستور حالت میں قائم رکھتے ہوئے صفحات بڑھائے جائیں یا سائز میں اضافہ کر دیا جائے۔ بعض معاونین کی خواہش اخبار کو مہینے میں تین بار شائع کرنے کی ہے اور چند حضرات صفحات بڑھانے کیلیے لکھتے ہیں ہم نے خود ابھی ہم کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔ سوا اپریل کے بعد حساب مرتب کر کے دیکھیں گے کہ آئندہ ہم کیا عملی قدم اُٹھا سکتے ہیں۔

وطن کی خبریں

نوٹ:۔ اعزہ احباب اور سب اہل وطن سے باہر ہوں خواہ وطن میں گذارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور اطلاعات دفتر میں روانہ کرکے مشکور کرتے رہیں۔ ایڈیٹر

موسم:۔ دھوپ میں اب حدت پورے طور پر بڑھ گئی ہے اور گرمی خوب ہونے لگی ہے۔ شب میں زیر سماں سونا پڑتا ہے آخر شب میں ہلکی چادر اوڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب کی مچھروں کی ابھی سے کثرت ہے نہ معلوم برسات میں کیا حال ہوگا۔ اللھم احفظنا۔

آب و ہوا:۔ فصلی بخار کی عام طور پر شکایت سنی جاتی ہے اور اکثر انفلوینزا میں بھی لوگوں کے مبتلا ہونے کا حال معلوم ہوا ہے۔

معاودت وطن:۔ بسلسلہ تعطیل گرما دکن سے ایک بیچ وطن آیا ہے جس میں حامد حسن علوی۔ بشیر احمد علوی۔ نقی علی علوی شامل ہیں۔

صحت و سکون:۔ (۱) جناب حافظ شاہ علی حیدر صاحب قلندر کا مزاج بفضلہ مائل بصحت ہے۔ دوا کا استعمال جاری ہے خدا کرے جلد مرض دفع ہو کر اصلی قوت عود کر آئے۔

(۲) جناب حافظ شاہ اکرام علی صاحب قلندر کے متعلق سنا گیا ہے کہ بمقابلہ پہلے کے اب طبیعت کچھ سکون پر ہو رہی ہے باری تعالٰے جلد صحیح و تندرست فرمائے۔

(۳) دکن کی ایک تحریر سے معلوم ہوا کہ بیگم مولوی شمیم الدین علوی صاحب بمقام عثمان آباد کو درد شکم اور اسہال کی شکایت ہو گئی تھی اب یہ سنکر اطمینان ہوا کہ اُن کو اب افاقہ ہے البتہ ضعف ابھی ہے۔ خداوند جلد تندرست فرمائے۔

(۴) سنا گیا ہے کہ مرزا عبد الشکور صاحب کی ہمشیر جو قریب ڈیڑھ دو ماہ سے ڈاکٹر صاحب ملیح آباد کے زیر علاج تھیں اور زیر ناف ورم تھا اُن کی تکالیف اسقدر بڑھیں کہ لکھنؤ سے جاکر علاج شروع کیا گیا۔ زیر ناف کا ورم پھوڑا بن گیا اور ۱۹ اپریل ۳۶ء کو اپریشن کی ضرورت پیش آئی۔ قریب ۲ سیر کے مواد خارج ہوا۔ تکالیف میں کمی ہے اور زخم کی حالت اچھی ہے۔ خداوند کریم جلد صحت و تندرستی کے ساتھ اسپتال سے واپس لائے۔

(۵) حکیم حکیم الدین صاحب برق کے متعلق معلوم ہوا کہ اُن کو بخار میں کمی ہے اور کھانسی کی تکلیف میں خفت ہے۔ اللہ تعالیٰ صحت کلی عطا فرمائے۔

(۶) مولوی ضیاء الدین احمد جنکا علاج عرصہ سے حکیم عبد الحلیم کا ہو رہا تھا کچھ زیادہ مفید ثابت نہیں ہوا اور اب مجھ یا لی دید سے رجوع کیا گیا ہے جنکی دواؤں سے بفضلہ تعالیٰ فائدہ محسوس ہو رہا ہے۔ خداوند کریم جلد ازالہ مرض کرکے عزیز مذکور کو تندرست کرے۔

(۷) بیوہ منشی رضی علی صاحب مرحوم کے متعلق سنا گیا کہ سر میں شدید چوٹ آگئی تھی اور گہرا زخم ہو گیا تھا جس سے انکو سخت اذیت رہی۔ علاج سے اب سکون ہونے کی اطلاع ملی ہے۔ زخم مندمل ہو رہا ہے اور تکلیف میں کمی ہے۔ اللہ تعالےٰ جلد صحت عطا فرمائے۔

علالتیں:۔ (۱) ہمکو یہ سنکر سخت تردد ہوا کہ شیخ ریاست علی (ملاٹولہ) کے منجھلے صاحبزادے حامد علی سلمہ کو عرصہ سے شدید بخار آرہا تھا اور اُناؤ کے اطبا معالج تھے وہاں کے علاج سے کچھ فائدہ نہیں ہوا اور اب حامد علی سلمہ کو لکھنؤ کے ڈاکٹروں سے رجوع کیا گیا ہے یہاں کے ڈاکٹروں نے تپ مزمن تجویز کیا ہے ضعف شدید ہو گیا ہے۔ علاج انتہائی سرگرمی سے ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرماکر حامد علی سلمہ کو جلد صحیح و تندرست اور شیخ ریاست علی کو مطمئن فرمائے۔

(۲) بیگم مولوی اسلام الدین کو اسطرف بفضلہ درد کا دورہ تو نہیں ہوا البتہ حرارت رہتی ہے۔ ڈاکٹر محمد ہاشم صاحب سال گذشتہ کی طرح انجکشن دینے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے انکی کامل صحت کے لئے دست بدعا ہیں۔

(۳) مولوی احمد حسن علوی صاحب کو سلائی والے عمل سے بھی کچھ زیادہ فائدہ نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اسطرف دورہ جلد جلد ہوا کمزوری بہت ہوگئی ہے حکیم صاحب کی پینے کی دوائیں استعمال ہو رہی ہیں ان سے بھی کچھ مفید نتیجہ نہیں برآمد ہو رہا ہے۔ اب ہومیو پیتھک طریقہ علاج کی جانب خیال ہو رہا ہے۔ ہم موصوف کی صحت و تندرستی کیلیے دعا کرتے ہیں۔

متفرقات :- ۲۶ اپریل ۳۷ء کو سہ پہر کے وقت بیگم قاضی راشد علی خاں عباسی نے بیگم حبیب اللہ صاحب و بیگم اعزاز رسول صاحب کی کامیابی انتخابات اسمبلی و کونسل کی خوشی میں گارڈن پارٹی دی جس میں کاکوری کی بیبیوں کے علاوہ لکھنؤ سے بھی اکثر خواتین شرکت کیلیے آئی تھیں جنمیں قابل ذکر یہ تھیں رانی صاحب راجہ امتیاز رسول مرحوم، مس جیکب اسکرٹری گرلز اسکولس، بیگم رشاد شاہ حسین قدوائی، بیگم مبشر حسین قدوائی، بیگم علی بہادر حبیب اللہ، بیگم غلام حسین بٹ، مسز سی۔ جی۔ رلے وغیرہ مہمانوں کی نشست کا انتظام وسیع شامیانے میں تھا اور باغ کو جھنڈیوں اور بیلوں سے آراستہ اور گملوں سے مزین کیا گیا تھا۔ پارٹی سے قبل میزبان صاحبہ نے مہمانوں کا خیر مقدم اور اظہار مسرت کرتے ہوئے باموقع اور جامع مضمون پڑھا جسمیں بیگم حبیب اللہ و بیگم اعزاز رسول نے سوشل و پبلک زندگی میں رہکر جو نمایاں کام کیئے ہیں انکو مختصر بیان کرتے ہوئے اسمبلی اور کونسل میں اپنی بہنوں کے حقوق اور خاصکر انکی تعلیمی ترقی اور سوشل اصلاح کی ضرورتوں کو فراموش نہ کرنے کی درخواست کرتے ہوئے کاکوری کا بھی حصہ رسدی خیال رکھنے کی جانب توجہ دلائی تھی مضمون میں کاکوری و سندیلہ کے تعلقات کو ظاہر کرتے ہوئے دونوں جگہوں کی مجملاً گذشتہ تاریخ اور موجودہ حالت کا ذکر کیا گیا تھا۔ بیگم راشد علیخاں کے مضمون کے بعد بیگم اعزاز رسول نے اپنی جوابی تقریر میں میزبان صاحبہ کا شکریہ ادا کرنے کے بعد طبقۂ نسواں کی صحیح نمائندگی کا وعدہ کیا۔ بیگم حبیب اللہ صاحبہ نے میزبان کے مضمون سے اسقدر متاثر ہوئیں کہ اپنی تقریر کو پورے طور پر ختم نہ کر سکیں اور یہ مصرعہ پڑھکر متاب ہو گئیں۔ حبِّ علی از ملک سلیمان خوشتر۔ ذکر۔ شامیانے سے اٹھکر سب مہمان اُس وسیع سبزہ زار پر

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد اوہ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۴۴/۳۷

بعدالت جناب مولوی امیر احمد صاحب بہادر علوی آنریری اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول کاکوری ضلع لکھنؤ

مسماۃ راجکشوری زوجہ پنڈت پرکاش نرائن قوم برہمن ساکن محلہ چوپٹیاں زمیندار موضع شیرپور پرگنہ بجنور تحصیل و ضلع لکھنؤ — مدعی

بنام محمد شاہد علی ولد عبدالرحمن قوم شیخ ساکن موضع شیرپور پرگنہ بجنور تحصیل و ضلع لکھنؤ — مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت منافع کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۰ ماہ مئی ۱۹۳۷ء بوقت ۱۰ بجے صبح بمقام کاکوری اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۰ ماہ اپریل ۱۹۳۷ء جاری کیا گیا۔

(مہر عدالت)

(دستخط) انگریزی اے۔ احمد
اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول

یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ میں باہتمام سید توسل حسین پرنٹر طبع ہو کر دفتر کاکوری اخبار مولوی محلہ زلال علی کاکوری سے سید محمد مشیر الدین نے شائع کیا